فقہی نقطہ نظر سے اولاد کی عاطفی تربیت

ڈاکٹر محمد لطیف مطہری[1]

خلاصہ:

اسلامی تعلیم و تربیت کے مختلف شعبے ہیں جن میں سے ایک اولاد کی عاطفی تربیت ہے۔ والدین جس طرح اولاد کے عبادات، اخلاقیات اور اعتقادات کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ہیں اسی طرح ان کی عاطفی تربیت کے بھی ذمہ دار ہیں۔ عاطفی تربیت سے مراد والدین یا مربی کا متربی میں موجود انسانی عواطف کو بروئے کار لانا اور انہیں کمال تک پہنچاننے کے لئے مدد کرنا، اسی طرح متربی میں موجود غیر عاطفی رفتار کی اصلاح کرنا ہے۔ مربی کا متربی کی مدد کرنے کا وہ سلسلہ کہ جس سے اس کے انسانی جذبات صحیح طور پر رشد و نمو کر سکیں اور اس کے غیر عاطفی اور غیر جذباتی اعمال کی اصلاح کی جاسکے۔ عاطفی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ متربی کے جذبات اور احساسات اس طرح پروان چڑھیں کہ وہ بخوبی اپنی ذات، خداوند متعال کی ذات، دوسرے انسانوں اور معاشرے کی جانب "محبت اور شفقت بھری توجہ" رکھ سکے۔ اگر بچوں سے اظہار محبت اور عاطفی تربیت کے دیگر طریقوں کا براہ راست اثر، بچوں کی صحیح رہنمائی پر پڑے اور وہ واجبات کی ادائیگی اور محرمات کو ترک کرنے لگے تو پھر ان سے اظہار محبت کرنا اور عاطفی تربیت کرنے کے دوسرے طریقے اپنانا والدین پر واجب ہے۔ اس تحقیقی مقالہ کا مقصد شرعی نقطہ نظر سے اولاد کی عاطفی تربیت کے حوالے سے والدین کے فرائض کو واضح طور پر بیان کرنا ہے۔ اس تحقیق میں ہم تجزیاتی اور اجتہادی طریقہ سے آیات اور احادیث کی روشنی میں اولاد کی عاطفی تربیت کے حوالے سے والدین اور مربی کے فرائض کو ثابت کیا ہے۔ ماں باپ اور مربی پر اپنے اولاد اور متربی کی عاطفی تربیت کرنا واجب ہے۔

کلمات کلیدی: تربیت دینی، تربیت عاطفی، اولاد، محبت، تعلیم و تربیت۔

---

[1] ریسرچ اسلامک اسکالر، جامعہ المصطفیٰ العالمیہ، پاکستان

مقدمہ :

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔انسان کی خلقت کا مقصد معرفت اور قرب خداوندی حاصل کرنا ہے۔ اسلام دین تعلیم و تربیت ہے اسی لئے خداوند متعال نے انسان کی تربیت کا بندوبست انسان کی تخلیق سے پہلے فراہم کیا اور انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا اور اس کے اندر ایسی صلاحیت ودیعت کی کہ جس کے ذریعہ انسان اگر اپنے وجدان کی طرف توجہ کرے تو اس کا وجدان اسے رہنمائی کرے۔ خداوند متعال نے صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی میدان میں بھی انسان کی تربیت کا سامان فراہم کرتے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انسان کامل ، مربی اور انبیاء بھیجے تاکہ وہ انسان کو اس کی فطرت کے مطابق تربیت کرے۔ قرآن کریم انبیاء الہی کی بعثت کے اہداف میں سے ایک انسان کی تعلیم وتربیت کو قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے : (هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ یَتْلُواْ عَلَیْهِمْ ءَایَاتِهِ وَ یُزَکِّیهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَةَ)(جمعه ، ٢) اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو انہی میں سے تھے تاکہ وہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے ،ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی کوشش یہی تھی کہ انسان کی اندرونی طاقت واستعداد مثبت پہلوؤں کی طرف گامزن ہو، اور وہ کمال اور سعادت کی بلندیاں طے کرے۔ اللہ تعالی قرآنِ کریم سورۂ آلِ عمران میں اِس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: (لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلیَ المُؤْمِنینَ إذْ بَعَثَ فیهِمْ رَسُولاً مِنْ أنْفُسِهِمْ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَ یُزَکِّیهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتابَ وَ الْحِکْمَةَ وَ إنْ کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلَالٍ مُبِینٍ)(آل عمران، ١٦٤) ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ اُن کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اِس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔ اسلامی تربیت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی تمام ضرورتوں کو مد نظر رکھا گیا ہے خواہ مادی ہوں یا معنوی، جسمانی ہوں یا روحانی۔خداوند متعال نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوزا ہے جن میں سے ایک عظیم نعمت اولاد کی نعمت ہے۔ دین اسلام نے اس عظیم نعمت کے حوالے سے والدین پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کی ہیں جن میں سے ایک اہم ذمہ داری اولاد کی صحیح تربیت کرنا ہے۔ بچے اس ننھے پودے کی مانند ہے جسے ہر قسم کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھ کر ایک تناور درخت کی شکل میں پروان چڑھانا ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ والدین اپنے بچوں کی تربیت میں کسی قسم کی بھی کوئی کوتاہی اور لاپرواہی نہ کریں۔ اسلامی تعلیم وتربیت کے مختلف شعبے ہیں۔ بچوں کی عاطفی تربیت ان اہم شعبوں میں سے ایک ہے۔

فارسی میں لفظ "عاطفہ" سے مراد شفقت، پیار اور محبت ہے۔(عمید، فرہنگ عمید) لغت شناسی کے مطابق "عطف" کا مادہ خم ہونے، جھکنے یا دو چیزوں کا ایک دوسرے سے قریب ہونے کی معنی میں آتا ہے اور جب یہ لفظ "علی" کے ساتھ متعدی ہو تو شفقت اور رحمدلی کے معنی میں آتا ہے۔(راغب، مفردات اِلفاظ القرآن، ص ٥٧٢ .) یہ بات واضح ہے کہ محبت اور رغبت ایک دلی اور اندرونی

حالت اور کیفیت کا نام ہے جو بعض صورتوں میں ظاہری طور پر بھی نمودار ہوتی ہے۔ (مصطفوی، التحقیق فی کلمات القران الکریم، ج ۸، ص ۱۶۹)

اخلاق، ایک عربی زبان کا لفظ ہے جس کی معنی سرشت اور سجیہ ہے اور اصطلاح میں اس کے مختلف استعمال ہیں؛ (اعرافی، فقہ تربیتی، مبانی و پیش فرض ہا، ص ۲۱۷-۲۲۰.) لیکن سب سے رائج معنی، انسانی صفات ہے۔ اس معنی میں اخلاق اور شفقت کے درمیان، عموم و خصوص کا رشتہ قائم ہے جس کا مطلب ہے کہ انسانی جذبات اور احساسات، اخلاق کی ذیل میں آتے ہیں اور در اصل جذباتی رد عمل، انسانی صفات سے ہی برآمد ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عاطفی تربیت، اخلاقی تربیت کا ایک حصہ ہے۔

انسان اپنے اجتماعی روابط اور رشتوں میں محبت کرنا اور محبت دیکھنا چاہتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ شفقت اور اچھا سلوک کرنا، معاشرتی رشتوں کی بنیاد ہے اور صرف وہی انسان دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک رکھ سکتا ہے جو بہتر شفقت بھری تربیت سے پلا بڑھا ہو۔ اسی راستے سے کمال حاصل ہو سکتا ہے۔ عاطفی تربیت اس معنی میں کہ انسان کو مدد پہنچائی جائے تاکہ تربیت پانے والے کے احساسات اور انسانی جذبات صحیح معیار پر پروان چڑھیں اور ان سب کے لئے دو چیزیں شرط ہیں۔ ایک "انسان پر ماحول اور معاشرے کا اثر" اور دوسری چیز "انسان کو صحیح شفقت کی ضرورت" ہے اور ان دونوں کے لئے خاص تربیتی اصول اور طریقہ کار کی ضرورت ہے۔

عاطفی تربیت سے مراد "تربیت پانے والے کو مدد کرنے کا وہ سلسلہ کہ جس سے اس کے انسانی جذبات صحیح طور پر رشد و نمو کر سکیں اور اس کے غیر عاطفی اور غیر جذباتی اعمال کی اصلاح کی جا سکے۔" عاطفی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ تربیت پانے والے کے جذبات اور احساسات اس طرح پروان چڑھیں کہ وہ بخوبی اپنی ذات، خداوند متعال کی ذات، دوسرے انسانوں اور معاشرے کی جانب "محبت اور شفقت بھری توجہ" رکھ سکے۔ اسی لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ والدین پر فرض ہے کہ وہ بچوں کی صحیح عاطفی تربیت کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ علمی طور پر پلاننگ کے تحت بچوں کی تربیت کریں۔ یہاں یہ سوال پیش آتا ہے کہ کیا فقہی اعتبار سے بچوں کی عاطفی تربیت کرنا والدین پر واجب ہیں؟ محبت اور شفقت کرنے اور عاطفی تربیت کی حدود کیا ہیں؟ وہ کس حد تک اپنے بچوں کی عاطفی تربیت کے متعلق ذمہ دار ہیں؟ اسلامی احادیث میں عاطفی تربیت اور شفقت کے کونسے طریقہ کار بیان ہوئے ہیں؟

اس تحقیقی مقالہ کا طریقہ کار رائج اجتہادی اور استنباطی طریقہ کار ہے جس میں اولاد کی عاطفی تربیت کو والدین کا ایک اختیاری عمل قرار دیتے ہوئے اس سلسلے میں موجود شرعی دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے والدین کی شرعی کی ذمہ داری کو بیان کی گئی ہے۔ اس موضوع پر سابقہ تحقیق کے حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہیں کہ استاد محترم آیت اللہ اعرافی (زید عزہ) کی کتاب (تربیت فرزند با رویکرد فقہی) میں اس موضوع پر بحث موجود ہیں اس کے علاوہ فارسی میں مقالات موجود ہیں۔ اس مقالہ میں دو قسم کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

۱۔ عمومی دلیل: وہ آیات و روایات جو عام طور پر تربیت پر دلالت کرتی ہیں اور عاطفی تربیت بھی اس میں شامل ہے۔

۲۔ خصوصی دلیل : وہ احادیث جو خاص طور پر عاطفی تربیت کے متعلق بحث کرتی ہیں۔

تربیت کی لغوی واصطلاحی تعریف :

لغت کی کتابوں میں لفظ "تربیت" کے لیے تین اصل اور ریشہ ذکر ہوئے ہیں۔ الف: ربا، یربو زیادہ اور نشوونما پانے کے معنی میں ہے۔ ب: ربی، یربی پروان چڑھنا اور برتری کے معنی میں ہے۔ ج: رب، یرب اصلاح کرنے اور سرپرستی کرنے کے معنی میں ہے۔ (طلال بن علی متی احمد، مادۃ اصول التربیۃ الاسلامیہ، ، ص۸) صاحب مفردات کا کہنا ہے کہ "رب" مصدری معنیٰ کے لحاظ سے کسی چیز کو حد کمال تک پہچانے، پرورش اور پروان چڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (معجم مقاییس اللغۃ، ص۳۷۸؛ لسان العرب، ج۲، ص۱۴۲۰؛ مجمع البحرین، ج۲، ص۶۳؛ محمد مرتضی حسینی زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ، ص۴۵۹ و۴۶۰)

صاحب التحقیق کا کہنا ہے اس کا اصل معنیٰ کسی چیز کو کمال کی طرف لے جانے، نقائص کو تخلیہ اور تحلیہ کے ذریعے رفع کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ (حسن مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، ج۴، ص۲۰) اسی لئے اگر اس کا ریشہ (اصل) "ربو" سے ہو تو اضافہ کرنا، رشد، نمو اور موجبات رشد کو فراہم کرنے کے معنیٰ میں ہے لیکن اگر "رب" سے ہو تو نظارت، سرپرستی و رہبری اور کسی چیز کو کمال تک پہنچانے کے لئے پرورش کے معنیٰ میں ہے۔

اسلامی علوم اور دینی کتابوں میں تربیت کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں :

۱۔ قصد اور ارادہ کے ساتھ کسی دوسرے افراد کی رشد کے بارے میں ہدایت کرنے کو تربیت کہا جاتا ہے۔ (فلسفہ تعلیم و تربیت، ص۳۲)

۲۔ تعلیم و تربیت سے مراد وہ فعالیت اور کوشش ہے کہ جس میں بعض افراد دوسرے افراد کی راہنمائی اور مدد کرتے ہیں تاکہ وہ بھی مختلف ابعاد میں پیشرفت کرسکے۔

۳۔ تربیت، سعادت مطلوب تک پہنچنے کے لئے انسان کی اندرونی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا نام ہے تاکہ دوسرے لوگ اپنی استعداد کو ظاہر کرے اور راہ سعادت کا انتخاب کرے۔ (محمد بہشتی، مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن، ص۳۵)

۴۔ ہر انسان کی اندرونی استعداد کو بروئے کار لانے کے لئے زمینہ فراہم کرنا اور اس کے بالقوہ استعداد کو بالفعل میں تبدیل کرنے کے لئے مقدمہ اور زمینہ فراہم کرنے کا نام تربیت ہے۔

۴۔ شہید مطہری لکھتے ہیں: تربیت انسان کی حقیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کا نام ہے۔ ایسی صلاحیتیں جو بالقوہ جانداروں (انسان، حیوان، پودوں) میں موجود ہوں انہیں بالفعل پروان چڑھانے کو تربیت کہتے ہیں۔ اس بناء پر تربیت صرف جانداروں سے مختص ہے۔ (مرتضیٰ مطہری، تعلیم و تربیت در اسلام، ص۴۳)

۵۔تربیت سے مراد مربی کا متربی کے مختلف جہات میں سے کسی ایک جہت { جیسے جسم، روح ،ذہن،اخلاق، عواطف یا رفتار وغیرہ} میں موجود بالقوۃ صلاحیتوں کو تدریجی طور بروئے کار لانا یا متربی میں موجود غلط صفات اور رفتار کی اصلاح کرنا تاکہ وہ کمالات انسانی تک پہنچ سکے۔(اعرافی علی رضا، سید نقی موسوی، فقہ تربیتی، ص۱۴۱)

عاطفی تربیت

عاطفی تربیت سے مراد متربی کو مدد کرنے کا وہ سلسلہ کہ جس سے اس کے انسانی جذبات صحیح طور پر رشد و نمو کر سکیں اور اس کے غیر عاطفی اور غیر جذباتی اعمال کی اصلاح کی جاسکے۔عاطفی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ متربی کے جذبات اور احساسات اس طرح پروان چڑھیں کہ وہ بخوبی اپنی ذات، خداوند متعال کی ذات، دوسرے انسانوں اور معاشرے کی جانب "محبت اور شفقت بھری توجہ" رکھ سکے۔ والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہے کہ وہ بچوں کی صحیح عاطفی تربیت کریعنی علمی طور پر پلاننگ کے تحت بچوں کی تربیت کریں۔

پہلی دلیل: آیہ وقایہ

يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ قُواْ أَنفُسَكمُ وَ أَهْلِيكمُ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحجَارَةُ عَلَيهْا مَلَئكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔(تحریم،٦)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

حفاظت کی دو قسمیں ہیں: بعض اوقات خطرے سے حفاظت براہ راست ہوتا ہے اور کبھی کبھی بالواسطہ انسان خطرے سے کسی کو بچاتا ہے۔خود خطرے سے بچانا انسان کے اختیار میں نہیں ہے لیکن اس خطرے کے جو اسباب اور عوامل ہیں وہ انسان کے دائرہ اختیار میں ہے۔اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ میں جانے کے جو اسباب و عوامل ہیں ان اسباب و عوامل سے بچاو۔انسان صرف محرمات کو بجالا کر جہنم میں نہیں جاتا بلکہ واجبات کو ادا نہ کرکے بھی وہ جہنم میں جاسکتا ہے اسی لئے جہنم سے اپنے اہل و عیال کو بچانے سے مراد واجبات کی ادائیگی کے اسباب فراہم کرنا اسی طرح محرمات سے اجتناب کرنے کے اسباب و عوامل کو فراہم کرنا ہے۔ بعبارت دیگر والدین اور مربی پر لازم ہیں کہ وہ واجبات کو بجالانے کے لئے زمینہ فراہم کریں تاکہ بچے اور متربی آسانی کے ساتھ واجبات کو ادا کر سکیں اسی طرح محرمات سے بچنے کے لئے خاص ، مناسب تعلیمی و تربیتی اقدامات اٹھانا چاہیے۔یہ تربیتی اقدامات کبھی اولاد کو تعلیم اور آگہی دے کر اور کبھی اس کے خواہشات اور رجحانات اور رویے میں تبدیل کرانے کے ذریعہ ممکن ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ تربیتی طریقہ کار میں تعلیم اور آگاہی دینا ہی دوسرے طریقہ کار پر مقدم ہے۔

آیت کریمہ کے مطابق ماں، باپ اور تمام مکلفین پر اپنے گھر والوں اور اولاد کی حفاظت لازم ہیں ۔چونکہ یہ فریضہ جہنم کی آگ سے نجات سے متعلق ہے اس لئے اس کا تعلق دینی تعلیم و تربیت اور ایمان اور بندگی کی نشوونما سے مربوط ہے۔ اس آیت کے مطابق اگر بچوں سے اظہار محبت اور عاطفی تربیت کے دیگر طریقوں کا براہ راست اثر، بچوں کی صحیح رہنمائی پر پڑتا ہے اور وہ واجبات کی ادائیگی اور محرمات کو ترک کرنے لگتے ہیں تو پھر ان سے اظہار محبت کرنا اور عاطفی تربیت کرنے کے دوسرے طریقے اپنانا والدین پر واجب ہوں گے یا اگر عاطفی تربیت میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے بچے بدکاری اور دوسرے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں تو پھر عاطفی تربیت والدین پر واجب ہیں۔ لہٰذا والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کی صحیح عاطفی تربیت کریں اور انہیں ہلاکت میں پڑنے سے (ہلاکت سے مراد عاطفی مسائل ہیں) محفوظ رکھیں۔

دوسری دلیل: تنبیہ پر دلالت کرنی والی احادیث

بچوں کو تنبیہ کرنے کی روایات کی بنیاد پر والدین پر واجب ہے کہ وہ بچوں کی عاطفی تربیت کریں۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ تنبیہ کے مفہوم اور عاطفی تربیت میں اس کی شمولیت کو ثابت کیا جائے۔ اس لیے یہ کہنا ضروری ہے کہ اگرچہ قرآن میں "ادب" اور "تادیب" (تنبیہ) کے الفاظ نہیں آئے لیکن ان الفاظ کے ساتھ بہت سی روایتیں موجود ہیں۔ ان روایات نے ادب کو شرافت اور اچھے نسب کا ہونے کی مثال، انسانی بندھن کا سبب، انسانی کمال کا ذریعہ وغیرہ قرار دیا ہے۔ (ری شہری، میزان الحکمۃ، ج ۱،) نیز، اچھا اخلاق، شائستہ آداب وغیرہ جیسے فرائض والدین پر فرض کیے ہیں۔ (کلینی، الکافی، ج ۶، ص ۴۸)

ایک تحقیق کے مطابق (اعرافی، فقہ تربیتی مبانی و پیش فرض ہا، ص ۱۷۵-۱۸۶) عربی زبان میں "ادب" کے معنی اور اس کے رائج استعمال دو قسم کے ہیں: "ادب" لفظ کے بعض معنی انسانی رویے، خاص طور پر ظاہری برتاؤ کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں اور کچھ "ادب" لفظ کے معنی انسانی علم اور آگاہی سے متعلق ہیں۔ جو معنی انسانی رویے اور برتاؤ کے متعلق ہیں وہ یہ ہیں: ۱۔ خوبصورت انداز میں دستر خوان لگانا ۲۔ ہر نیک کام کی باریکی اور خوبصورتی ۳۔ پسندیدہ رویہ رکھنا ۴۔ اچھے اعمال اور آداب کا مجموعہ ۵۔ پسندیدہ کام کرنے والا۔ اس کے علاوہ، دوسرے معنی جو انسانی علم کے حوالے سے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں: ۶۔ علم اور شعور ۷۔ شعر و ادب ۸۔ تمام علوم

دوسری جانب، اس لفظ کے معنی میں، "پسند کرنے" (حسن و مستحسن ہونا) کے عنصر اور عوام میں مقبولیت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس کے مطابق، لفظ آداب جو کہ لفظ "ادب" کی جمع ہے اس سے مراد ہے: رویے یا وہ خاص رویہ یا پسندیدہ نفسانی صفتیں جو کسی خاص معاشرے میں نسبتاً رائج ہیں۔ اس بنا پر لفظ "تادیب" جو کہ باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کا مطلب ہے "ادب سیکھنا" جس کی تشریح کچھ اس طرح کی جا سکتی ہے کہ: تادیب سے مراد ہے کسی خاص معاشرے میں پسندیدہ رویے یا طرز عمل کی تعلیم دینا اور انہیں مستحکم کرنا۔ یہاں سے ہی "ادب" اور "تادیب" کے مفاہیم کی آپس میں مماثلت اور "عاطفی تربیت" کے ساتھ ان کا

تعلق واضح ہو جاتا ہے، کیونکہ لوگوں سے ملنے جلنے کی مہارت/صلاحیت پیدا کرنا اور شفقت کے ساتھ برتاؤ کرنے اور آداب کا تقاضا پورا کرنے لیے "عاطفی تربیت" ایک اہم پہلو ہے۔

صحیح السند روایتوں میں سے ایک، جس میں بچوں کی تنبیہ کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ امام سجاد کے رسالۃ الحقوق ((شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۶۲۲؛ الخصال، ج ۲، ص ۵۶۸؛ حرانی، تحف العقول، ص ۲۶۴.) میں سے ہے۔ اس روایت کے مطابق امام زین العابدینؑ اس بات کو اولاد کے حقوق میں سے مانتے ہیں کہ ان کے والدین اپنے آپ کو "بچوں کے اچھے اخلاق "کا ذمہ دار سمجھیں۔

اچھا اخلاق سیکھنا، معاشرے کی مطلوبہ خصلتوں میں شامل ہے، اور اچھے اخلاق سکھانے کی کوشش کرنا ایک ضروری کام ہے جس کام کا ذکر "حق" اور "ذمہ داری" جیسے الفاظ سے بیاں کیا جاتا ہے۔ اس بناپر والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی کچھ اس طرح پرورش کریں کہ وہ لوگوں کے ساتھ مل کر معاشرتی رسم و رواج اور آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اچھی زندگی گزار سکیں۔ واضح ہے کہ عاطفی تربیت کا ایک اہم پہلو، لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی صلاحیت اور شفقت آمیز رویہ اور معاشرتی آداب قائم کرنے سے منسلک ہے اس کام کو سرانجام دینے کے لیے، محبت اور شفقت کا اظہار کرنا یا عاطفی تربیت کے طریقوں میں سے ایک یا "تحسین الادب" ضروری ہے۔ رسالۃ الحقوق اور ادب کے متعلق بیان کی گئی دوسری روایات کے مطابق والدین عاطفی تربیت کے اصول کے ذمہ دار ہیں۔ رسالۃ الحقوق میں "حق" اور "ذمہ داری" جیسی عبارات اور الفاظ کا استعمال ہونا وجوب پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ کیونکہ ادب کا مفہوم وسیع ہے (آداب کے مفہوم میں کچھ غیر واجب اور حتیٰ کہ جائز آداب بھی شامل ہیں) مزید وضاحت اگر کریں تو "حق" اور "ذمہ داری" جیسے الفاظ کے واجب ہونے اور ادب کے اطلاق میں ایک تعارض (تضاد) ہے۔ اس تنازع کو حل کرنے کے لیے یا تو حق اور ذمہ داری کے ظہور کو برقرار رکھنا چاہیے اور آداب کے دائرے کو صرف لازمی آداب کے دائرے تک محدود کرنا چاہیے۔ یا پھر ہمیں چاہیے کہ ادب کے اطلاق کو مد نظر رکھ کر، روایت سے مراد صرف مستحب سمجھا جائے، یعنی اچھا اخلاق اپنانا مستحب ہے۔ یا تو پھر روایت کے حکم کو حکم تکلیفی مان کر روایت کو جامع ماننا چاہیئے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ وجوب کا بھی حکم ہے اور مستحب کا بھی۔ اس بناپر، والدین کا بچوں کو واجب آداب سکھانا لازمی فرض اور واجب ہے اور غیر لازمی آداب سکھانا مستحب ہے۔ (اعرافی، فقہ تربیتی یادگیری علم و دین، ص ۶۸-۷۲) البتہ یہ واضح ہے کہ اگر مندرجہ بالا ممکنات میں سے کوئی بھی ایک دوسرے پر فوقیت نہ پائے تب بھی عاطفی تربیت (مستحب) کا والدین کی ذمہ داری ہونا روایت سے ماخوذ ہوتا ہے۔

اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ بچوں کی عاطفی تربیت پر توجہ نہ دینے سے اگر معاشرتی آداب اور لوگوں کے ساتھ میل جول میں بچے اخلاقی اور عاطفی طور پر زوال کا شکار ہو جائیں گے اور یہ زوال انہیں تباہی تک پہنچائے گا تو پھر والدین پر آیہ وقایہ (تحریم/ ۶) کا حکم لاگو ہوگا اور عاطفی تربیت کرنا ان پر واجب ہے اور اس سے کم چیزیں مستحب شمار ہوں گی۔

تیسری دلیل: بچوں سے محبت کااظہار کرنے کی روایات

وہ احادیث جو بچوں سے محبت کااظہار کرنے پر تاکید کرتی ہیں یہ بھی بچوں کی عاطفی تربیت میں والدین کی ذمہ داری کو ثابت کرنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں۔ یہاں چار روایتوں کا ذکر کرکے ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

ا: عبداللہ بجلی سے منقول روایت

" أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ فَضَّالٍ، عَنْ عَبْدِالله بْنِ مُحَمَّدٍ الْبَجَلِيِّ: عَنْ أَبِي عَبْدِالله عليه السلام قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه و آله: أَحِبُّوا الصِّبْيَانَ وَ ارْحَمُوهُمْ، وَ إِذَا وَعَدْتُمُوهُمْ شَيْئاً، فَفُوا لَهُمْ؛ فَإِنَّهُمْ لَايَرَوْنَ إِلَّا أَنَّكُمْ تَرْزُقُونَهُمْ"(کلینی، الکافی، ج۶، ص کلینی، الکافی، ج۶، ص۴۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچوں سے پیار کریں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کریں۔"

اس روایت کی دلالت کے بارے میں کچھ نکات ہیں:

پہلا نکتہ: "احبوالصبیان" میں محبت سے کیا مراد ہے؟ پہلا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد قلبی محبت ہے۔ دوسرا احتمال جو کہ پہلے امکان پر کیے گئے اشکال کی صورت میں وارد ہے وہ یہ ہے کہ "احبوالصبیان" سے مراد محبت کااظہار کرنا ہے کیونکہ محبت میں دل پر حکم نہیں لگایا جاسکتا یا منع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دل پر اختیار نہیں ہوتا۔ تیسرا احتمال پچھلے دو امکانات کا مجموعہ ہے اور روایت سے مراد " قلبی محبت اور اس کااظہار کرنا" ہے۔ اگر ہم محبت کو دلی امر سمجھیں جس میں اختیار نہیں چلتا تو پھر صرف دوسرا امکان صحیح ہوگا۔ لیکن دل کے معاملات کو دو طرح تقسیم کیا گیا ہے، اختیاری اور غیر اختیاری۔ بہت سے ایسے اندرونی معاملات ہیں جو انسانی دائرے اختیار میں ہیں یا کم سے کم ان کی ابتدا اور شروعات اختیاری ہوتی ہے اور اس وجہ سے وہ شرعی احکام کا موضوع بن سکتے ہیں۔ ہم نے پہلے یہ ثابت کیا (اعرافی و موسوی، گسترش موضوع فقہ نسبت بہ رفتارہای جوانحی) کہ فقہ کے دائرے اختیار کو ظاہری رفتار اور رویے تک محدود کرنے کی ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں ہے۔ بنیادی طور پر اندرونی اور باطنی اعمال اور افعال کو بھی فقہ کے دائرے میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث نبوی (ص) میں بچوں سے قلبی/دلی محبت کرنے اور ان سے ظاہری طور پر بھی پیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسرا نکتہ: "احبوالصبیان" سے ماخوذ حکم: لفظ "احبوا" امر کا صیغہ ہے اور اس کی دلالت وجوب پر ہے لیکن پھر وہی تضاد ہے۔ ایک طرف امر کا صیغہ لازم اور فرض ہونے پر دلالت کر رہا ہے اور دوسری طرف لفظ "محبت" سے محبت کے تمام درجات کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے تضاد پیش آرہا ہے۔ یہ واضح ہے کہ محبت کے سب درجات یعنی شدید محبت سے لیکر ضعیف محبت تک سارے مکلفین کے بس میں نہیں کہ وہ اسے سرانجام دے پائیں اور اسی لیے اس قسم کی قلبی محبت اور اس کااظہار، والدین کے قوت ارادی سے خارج ہے۔ (تکلیف بمالایطاق)

اس تضاد کو حل کرنے کے لئے، یا تو ضروری ہے کہ صیغہ امر کے وجوب کو قبول کریں اور محبت کے اطلاق کو ترک کردیں یا پھر صیغہ امر کی دلالت کو تکلیف بما لایطاق کے قرینے کے تحت مستحب ہونے پر حمل کریں اور محبت کے اطلاق بھی ساتھ جمع کردیں۔ یا پھر "احبو" میں دونوں معنی یعنی وجوب واستحباب شامل کریں اس طرح کہ محبت کے ضروری اور لازمی درجات، واجب ہیں اور غیر ضروری درجات مستحب ہیں۔ اگرچہ پہلے اور دوسرے امکان، دونوں کے لئے قرائن موجود ہیں۔ ہمارے پاس احتمالات میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کا واضح ثبوت نہیں ہے، اور اس صورت میں روایت کا مفہوم سب سے مختصر اور کم سطح پر لیا جائے گا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ: "دلی/ قلبی محبت اور اس کا اظہار کرنا مستحب ہے"۔ بنابراین یہ روایت، ہمارے مدعی یعنی والدین کی ذمہ داری کے اصل کو ثابت کرتی ہے۔

تیسرا نکتہ: صبیان کا معنی اور حکم کا والدین کے لئے خاص نہ ہونا: یہ روایت عاطفی تربیت کے مستحب فریضہ کا تعین صرف چھوٹے بچوں تک محدود کرتی ہے جو بالغ نہیں ہوئے۔ نیز یہ حکم والدین کے لئے مخصوص نہیں اور تمام مکلفین پر مستحب ہے کہ وہ اپنے اور دوسرے بچوں کے ساتھ قلبی محبت اور شفقت آمیز برتاؤ رکھیں۔

۲: ابن ابی عمیر کا مرسلہ (روایت)

"عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَمَّنْ ذَكَرَهُ: عَنْ أَبِي عَبْدِالله عليه السلام قَالَ: إِنَّ الله لَيَرْحَمُ الْعَبْدَ لِشِدَّةِ حُبِّهِ لِوَلَدِهِ" (کلینی، الکافی، ج ۶، ص ۵۰) امام صادقؑ نے فرمایا: خداوند متعال اپنے بندے پر اپنی اولاد سے محبت کے سبب اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔ یہ روایت ابن ابی عمیر کے مرسلات میں سے ہے اور معتبر روایت نہیں۔ اس کی سند ضعیف ہے، پہلی روایتوں کے برعکس جن میں "احبوالصبیان" کی عبارت موجود تھی۔ یہ روایت اپنے بچوں سے محبت کرنے کے بارے میں ہے جو مطلق ہے اور اس میں ہر عمر کے بچے شامل ہیں۔

یہ روایت، بچوں سے محبت کرنے کی شدت کے بارے میں بحث کرتی ہے، پچھلی روایت کے برعکس، جو مطلق محبت اور شفقت کرنے کا حکم دے رہی ہے۔ اگرچہ عام طور پر یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جب محبت کے شدید درجے کا حکم موجود ہو تو محبت کا ضعیف درجہ بھی اس میں شامل ہوجائے گا۔ بہرحال سوال یہ ہے کہ کیا "إِنَّ الله لَيَرْحَمُ الْعَبْدَ" کی عبارت وجوب پر دلالت کر رہی ہے؟ ایک جگہ بیان کیا گیا کہ: آخرت میں ملنے والے ثواب کے متعلق جو باتیں (اخبار) ہیں ان اخبار کی ترجیح عام مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔ (اعرافی، فقہ تربیتی، ج ۲، ص ۱۱۸-۱۲۳) لہٰذا بچوں سے شدید محبت کے بدلے میں خدا کی رحمت کا وعدہ زیادہ سے زیادہ موکد مستحب (تاکید کیے گئے مستحب) پر دلالت کرتا ہے اور اس سے عاطفی تربیت کرنے کے حوالے سے والدین کی ذمہ داری ثابت ہوتی ہے۔

۳: یحییٰ ابن مساور کی حدیث

"عَنْهُ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ عَبَّادِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ يَعْقُوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْمُسَاوِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي‌عَبْدِالله عليه السلام قَالَ: قَالَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ عليه السلام يَا رَبِّ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ عِنْدَكَ فَقَالَ: حُبُّ الْأَطْفَالِ فَإِنِّي فَطَرْتُهُمْ عَلَى تَوْحِيدِي فَإِنْ أَمَتُّهُمْ أَدْخَلْتُهُمْ بِرَحْمَتِي جَنَّتِي"(برقی، المحاسن، ج ۱، ص ۲۹۳.) امام صادقؑ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: بارالہا! تمہارے نزدیک سب سے قیمتی اور بافضیلت کام کونسا ہے؟ خداوند متعال نے فرمایا: بچوں سے محبت برتنا کیونکہ انہیں میں (خدا) نے توحیدی فطرت پر بنایا ہے اور اگر وہ مر جائیں تو انہیں اپنی رحمت کی وجہ سے بہشت میں داخل کر دیتا ہوں۔

یہ روایت، پہلی روایت کی طرح، مطلق طور پر بچوں کے بارے میں ہے، نہ کہ صرف اولاد کے بارے میں، حالانکہ یہ حدیث قدسی حضرت موسیٰؑ سے مروی ہے لیکن کیونکہ امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے اس لیے اس روایت کا شمار اسلام کی تعلیمات میں سے کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا کوئی قرینہ نہ بھی ہوتا تب بھی "سابقہ شریعت پر قاعدہ استصحاب" کے عنوان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوتا۔

اس روایت میں بچوں سے محبت کرنا، خدا کے نزدیک سب سے زیادہ نیک عمل ہے لیکن پھر بھی دلالت صرف مستحب ہونے سے زیادہ نہیں کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ "افضل الاعمال" کی عبارت احادیث میں دیگر مستحب اعمال کے بارے میں بھی ذکر کی گئی ہے جیسے کہ تہجد کی نماز۔ اور دوسری بات یہ کہ اس طرح کی عبارات عام طور پر اضافات اور نسبیت کے عنوان سے ذکر ہوتی ہیں اور ان عبارات سے کسی خاص عمل کے لیے مطلق فضیلت سمجھ میں نہیں آتی۔

نتیجہ یہ کہ یہ روایت بھی پچھلی دو روایتوں کی طرح، والدین کو بچوں سے محبت کرنے اور انہیں عاطفی تربیت دینے کے استحباب (مستحب ہونے) پر دلالت کرتی ہے اور بخوبی ہمارے مدعی یعنی (عاطفی تربیت میں والدین کی ذمہ داری) کو ثابت کرتی ہے۔

۴: جعفریات کی روایت

"الْجَعْفَرِيَّاتُ، بِإِسْنَادِهِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عليه السلام قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه و آله وَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَلَى مَا فِي نُسْخَةِ الشَّهِيدِ قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه و آله: نَظَرُ الْوَالِدِ إِلَى وَلَدِهِ حُبّاً لَهُ عِبَادَة" (نوری، مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۱۷۰) رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: باپ کا اپنی اولاد کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھنا عبادت ہے۔

دلائل کی رو سے یہ روایت بھی شفقت کے ایک مصداق یعنی محبت بھری نگاہ سے دیکھنے کی طرف اشارہ کرتی ہے، اور اسے عبادت سمجھتی ہے لیکن کیونکہ عبادت کی تقسیم مستحب اور واجب میں ہوتی ہے اس لئے محبت بھری نظر کو صرف مستحب عبادت کی حد تک شمار کیا جاسکتا ہے اور مستحب سے زیادہ دلالت نہیں کر سکتے۔

شفقت اور اظہار محبت والی احادیث کا نتیجہ

مندرجہ بالا احادیث میں سے کوئی بھی صحیح السند نہیں ہے اور یہ سب عاطفی تربیت اور شفقت کرنے کو مستحب کی حد تک ثابت کرتی ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ شفقت کے دو پہلو ہیں: ایک اس کی اخلاقی اور ذاتی قدر کا پہلو، جو انسان کے اخلاقی کمالات کو بڑھاوا دیتا ہے لیکن شفقت ممکن ہے کہ ایک تربیتی پروگرام اور تربیت کرنے والے (مربی) کے انسانی اہداف کے ساتھ منسلک ہو جس کے نتیجے میں یہ ایک تربیتی طریقہ کار اور نشو نما کے لئے ایک وسیلہ سمجھا جائے گا اور عاطفی تربیت میں یہ ایک ذریعہ شمار ہوگا۔ پہلی روایت صریح طور پر محبت اور شفقت کرنے کا حکم دے رہی ہے (احبوا الصبیان و رحمہم) اور روایت کا استعمال تربیت کے مقام پر کیا جاتا ہے اور اس سے ایک تربیتی طریقہ کار اخذ ہوتا ہے، دیگر تین روایات کے برعکس جو کہ عبادت، افضیلت اور خدا کی رحمت کے بارے میں ہیں اور زیادہ تر شفقت کے اخلاقی پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ البتہ یہ واضح رہے کہ شفقت کرنے کے فوائد اور اس کا تربیتی کردار (یہ دو مفہوم) ایک دوسرے سے متصادم نہیں ہیں۔

چوتھی دلیل: بچوں کے دل میں خدا اور اولیاء اللہ کی محبت پیدا کرنا

قرآن کریم کے تربیتی طریقوں میں سے ایک، انسانی جذبات اور احساس کو صحیح سمت میں ہدایت دینا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہے: ''اے نبیؐ۔ لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، تاکہ اللہ بھی تم سے محبت کرے۔'' (آل عمران/۳۱)) قرآن کریم، ایک اور جگہ پر، ایک برتر قوم کی خاصیت بیان کرتے ہوئے، خدا اور اس قوم کے درمیان دوطرفہ شفقت/محبت کو بیان کرتا ہے۔ ((مائدہ/ ۵۴.) قرآن کریم اپنے مخاطبین/سامعین کے پاک رجحانات کو خدا سے محبت کرنے کی طرف رغبت دینے کے ساتھ ساتھ، والدین کی محبت کو بھی اپنے غرض و مقصد/ایجنڈا میں شامل کر دیتا ہے اور ذی القربی (رسول کے قریبی رشتہ داروں) کی مودت (ان سے محبت) کو رسالت کا اجر قرار دیتا ہے۔ ((شوری/ ۲۳.) اس آیہ کریمہ کے مطابق ذوی القربی سے مودت/محبت، رسالت کی اجرت ہے۔

یقیناً اجر رسالت کی پابندی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زحمات کا صلہ دینا واجب ہے۔ اس قول کی تائید کئی صحیح السند احادیث (وسائل الشیعۃ، ج ۱، ص ۱۵، ح ۵) وہمان، حدیث ۱ و ۴.) سے ہوتی ہے کہ جن میں اسلام کے پانچ اصولوں میں سے ایک ولایت ہے، اور ایک اور صحیح السند روایتو سائل الشیعۃ، ج ۱، ص ۱۳، ح ۱) میں بیان ہوا ہے کہ ان اصولوں میں ولایت سب سے اہم اور افضل ہے۔ (وسائل الشیعہ، ج ۲۸، ص ۳۴۶) ایک اور صحیح روایت ((وسائل الشیعۃ، ج ۱۵، ص ۱۸۴) میں اہل بیت علیہم السلام کی محبت کو ایمان کی نشانی اور ان کی عداوت کو کفر کی نشانی کہا گیا ہے۔ ایک اور روایت میں اہل بیت علیہم السلام کی محبت کو اسلام کی بنیاد ٹھرایا گیا ہے۔ اہل سنت کی جوامع (بڑی کتب) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت منقول ہے کہ

انہوں نے فرمایا: "أدِّبوا أولادَكُم على ثَلاثِ خِصالٍ: حُبِّ نَبِيِّكُم، و حُبِّ أهلِ بَيتِهِ، و قِراءةِ القرآنِ"(المتقی الہندی، کنز العمّال، ج ۱۶، ص ۱۸۹، ح ۴۵۴۰۱.) اپنی اولاد کی تربیت تین خصلتوں کے ساتھ کرو: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، ان کے اہل بیتؑ کی محبت اور قرآن پڑھنا۔"

دوسری طرف (آیہ و قایہ کے مطابق) والدین پر واجب ہے کہ وہ اپنے بچوں کے دل میں خدا اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت پیدا کریں اور اس محبت کو مستحکم کریں۔ یہ واضح ہے کہ کیونکہ محبت، دل سے مرتبط ہے اور دل کے معاملات میں زور اور دباؤ ڈالنے کا اثر نہیں ہوتا، اس لیے یہاں پر ہماری مراد یہ ہے کہ والدیں محبت کے مقدمات کو فراہم کریں اور ماحول اس طریقے کا بنائیں کہ جس سے بچوں کی دلوں میں خدا اور اولیاء اللہ کی محبت گھری ہوتی جائے۔ معصومین علیہم السلام کی دعاؤں میں بھی عاطفی تربیت کی سمت بندی پر توجہ دینے اور دلوں میں خدا اور اولیاء اللہ کی محبت کا بیج بونے پر تاکید کی گئی ہے۔ ایک دعا میں آیا ہے:

"بارالہا! آپ کی محبت اور آپ کے رسول اور پاک اہل بیتؑ کی محبت کو میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور اہم قرار دے۔" (مجلسی، بحار الأنوار، ج ۹۸، ص ۲۸۶.)

ایک اور فقرے میں امام سجاد علیہ السلام اپنے بچوں کے لیے یہ دعا کرتے ہیں کہ: "بارالہا... (میری اولاد) آپ کے اولیاء کی محب ہو" (الصحیفۃ السجادیۃ، ص ۱۲۰، دعای ۲۵.) اس فقرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ معصومین علیہم السلام کے تربیتی طریقہ کار میں اولیاء اللہ سے محبت کا اہتمام موجود تھا۔ نیز، ابی اسامہ کی روایت (مرفوعہ) میں ہے کہ ایک شخص نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے دعا کرنے کے لئے درخواست کی تاکہ خدا اسے ایک صحت مند اور محب اہل بیتؑ بیٹا عطا کرے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: "اپنے گھر جاؤ۔ خداوند متعال نے تمہیں ایک صحت مند بیٹے سے نوازا ہے جو ہمارے شیعوں میں سے ہے۔" (کلینی، الکافی، ج ۱، ص ۴۶۳) نتیجہ یہ ہے کہ بچوں کے دلوں میں خدا اور اولیاء الہی کی محبت پیدا کرنا اور اسے مستحکم کرنا والدین پر فرض ہے۔

پانچویں دلیل: بچوں پر رحم کرنے کی احادیث

عربی میں لفظ رحم سے مراد ہے: احسان اور نیکی کے ساتھ قلبی رحم اور شفقت۔ (ابن منظور، لسان العرب، ج ۱۲، ص ۲۳۰؛ فراہیدی، العین، ج ۳، ص ۲۲۴؛ راغب، مفردات الفاظ القرآن، ص ۳۴۷.) علم نفسیات کی رو سے، رحم ایک قسم کا رد عمل ہے جس میں رحم کرنے والے کی محبت اور ہمدردی شامل ہے۔ اور رحم کیے جانے والے شخص کے لیے اس کی بھلائی ہے۔ لہٰذا ہر قسم کا رد عمل جس میں محبت اور ہمدردی کا اظہار شامل نہ ہو وہ رحم نہیں ہے۔ یا ہر وہ احسان یا نیکی کہ جس کی بنیاد محبت اور احساس نہ ہو، اسے رحم نہیں کہہ سکتے۔ متعدد احادیث میں بچوں کے ساتھ رحم کرنے پر تاکید کی گئی ہے۔ کیونکہ رحم ایک قسم کا پیار اور دل کی محبت کا اظہار ہے اس شخص کی جانب کہ جس پر رحم کیا جارہا ہے، تو اس لیے اسے شفقت اور عاطفی تربیت کے طریقوں میں سے ایک سمجھا جاسکتا ہے۔ آگے کچھ احادیث کا جائزہ لیں گے۔

ابو ہریرہ کی روایت:

"أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي الْمُسْنَدِ عَنْ أَبِي‌هُرَيْرَةَ: كَانَ رَسُولُ الله يُقَبِّلُ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ فَقَالَ عُيَيْنَةُ وَ فِي رِوَايَةِ غَيْرِهِ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ إِنَّ لِي عَشْرَةً مَا قَبَّلْتُ وَاحِداً مِنْهُمْ قَطُّ فَقَالَ صلى الله عليه و آله مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ وَ فِي رِوَايَةِ حَفْصٌ الْفَرَّاءُ: فَغَضِبَ رَسُولُ الله حَتَّى الْتَمَعَ لَوْنُهُ وَ قَالَ لِلرَّجُلِ إِنْ كَانَ قَدْ نُزِعَ الرَّحْمَةُ مِنْ قَلْبِكَ فَمَا أَصْنَعُ بِكَ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَ يُعَزِّزْ كَبِيرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا" (ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب علیہم السلام، ج ۳، ص ۳۸۴) ابی ہریرہ کہتا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو چومتے تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ (ص) سے کہا: میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے کسی کو ایک بار بھی نہیں چوما۔ نبی کریم (ص) نے فرمایا: جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر دوسرے بھی رحم نہیں کرتے۔ حفص کی روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم (ص) یہ بات سن کر اتنے غصہ ہوئے کہ ان کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا اور انہوں نے فرمایا: تمہارا کیا کریں کہ جس کی دل سے رحمت نکل چکی ہے؟ جو بھی بچوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

یہ روایت مصادر عامہ میں سے ہے اور اس کی سند معتبر نہیں ہے۔

شاہد مثال یہاں پر تین عبارتیں ہیں: "**ارْحَمُوهُمْ**"، "**مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ**" اور "**مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَ ... فَلَيْسَ مِنَّا**"۔ ان عبارتوں سے رحم کا وجوب ثابت کیا جا سکتا ہے لیکن رحم اپنے تمام مراحل کے ساتھ واجب قرار دینا بغیر کسی قرینہ کے درست نہیں اور بغیر قرینہ کی موجودگی میں ہم صرف اس کا استحباب ثابت کر سکتے ہیں یعنی بچوں پر رحم کرنا مستحب ہے۔ حالانکہ اس بات کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے کہ یہ احادیث خاص/صرف ماں باپ کے لئے نہیں ہیں۔

شفقت کرنے کو ایک اخلاقی اقدار اور عاطفی تربیت کا طریقہ سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی دھیان دینا ضروری ہے کہ اس احادیث میں بچوں پر رحم کرنے کو، ایک اخلاقی فضیلت کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے اور صریحا ایک عاطفی تربیت کے طریقہ کار کے طور پر بیان نہیں کیا گیا۔

چھٹی دلیل: تصابی اور بچوں کے ساتھ کھیلنے کے بارے میں احادیث

احادیث معصومین علیہم السلام میں بچوں کی عاطفی تربیت کے لئے جن طریقوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک طریقہ، تصابی ہے۔ تصابی، صبی لفظ میں سے نکلا ہے۔ صبی سے مراد بچہ اور تصابی سے مراد "بچگانہ رویہ رکھنا ہے۔

تصابی ایک طریقہ ہے جو بچوں کی فکری، جسمانی، جنسی، سماجی اور عقائد جیسے تمام شعبوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس طریقہ سے بڑوں والے مفاہیم بچگانہ روش کے ساتھ بچوں میں منتقل ہوتے ہیں۔ تصابی کا بنیادی محور، بچے کے ساتھ شفقت ہے۔ اس بنیاد پر، تصابی، عاطفی تربیت اور شفقت کا ایک طریقہ ہے اور اس طریقے کی تائید بھی ہمیں اسلامی احادیث میں ملتی ہے۔

پہلی روایت: "ابْنُ فَضَّالٍ، عَنْ أَبِي جَمِيلَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ طَرِيفٍ، عَنِ الْأَصْبَغِ بْنِ نُبَاتَةَ، قَالَ: قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ الله : مَنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ صَبَا"(کلینی، الکافی، ج ٦، ص ٥٠) امام علیؑ فرماتے ہیں: جو بھی صاحب اولاد ہے وہ صبابت اختیار کرے (یعنی اپنے بچے کے ساتھ بچگانہ طریقے سے پیش آئے)۔

دوسری روایت: " مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَبِيٌّ فَلْيَتَصَابَ لَهُ"(حر عاملی، وسائل الشیعۃ، ج ٢١، ص ٤٨٦) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جس شخص کے پاس بچہ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچے سے تصابی (بچگانہ رویہ) اختیار کرے۔

ان احادیث کی وضاحت میں چند نکتے بیان کیے جاتے ہیں:

دوسری روایت صیغہ امر یعنی حکم کی صورت میں ہے اور واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ بذات خود اس بات کی طرف نشاندہی کر رہی ہے کہ پہلی روایت (جو اخبار /ایک خبر کی صورت میں بیان ہوئی ہے) (مَنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ صَبَا) مقام انشاء کی اخبار ہے جس کا مطلب زیادہ تاکید ہے لیکن صیغہ امر کا واجب کے مفہوم میں لینا، تصابی کے اطلاق اور اس کے درجات کے ساتھ ہم آہنگ نہیں اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمام مکلفین پر ہر درجے کا بچگانہ رویہ اختیار کرنا واجب ہے (تکلیف بما لایطاق) اسی لئے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچگانہ رویہ اختیار کرنا، تاکیدی مستحبات میں آتا ہے۔

ثانوی عنوانات کے آنے سے، ممکن ہے کہ بچگانہ رویہ رکھنے کا حکم، واجب، حرام یا مکروہ میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر بچوں کے ماحول کو صحیح طریقے سے نہ سمجھنے اور بچگانہ رویہ نہ رکھنے سے مستقبل میں وہ نقصان اور گمراہی کا شکار ہو سکتے ہیں تو پھر یہ کام باب وقایہ کے عنوان سے واجب ہے اور اسے چھوڑنا حرام ہے۔

یہ واضح ہے کہ مختلف شرائط جیسے وقت اور موقع محل کے مطابق بچگانہ رویے کے مختلف حالات ہوتے ہیں۔ مقدماتی طور پر، والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں کے ذہنی شرائط اور سوچ کو سمجھیں اور ان کی نفسیاتی اور فکری نشوونما کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔

ساتویں دلیل: بچوں کے احترام کے بارے میں احادیث

اکرام سے مراد ہے دوسرے شخص کو وقار دینا اور عزت اور قدر کرنا اور یہ سب احسان، مہربانی اور احترام کرنے کی شکل میں ابھر کر ظاہر ہوتا ہے۔ تربیتی احادیث میں اکرام کرنے اور بچوں کو وقار اور عزت بخشنے پر تاکید کی گئی ہے اور اسے شفقت اور بچوں کی عاطفی تربیت کا ایک ذریعہ بتایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر یہاں ہم دو احادیث پیش کرتے ہیں جو اہل سنت کے مصادر میں مرسل احادیث کی شکل میں نقل ہوئی ہیں۔ نبی مکرم اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَ أَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ يُغْفَرْ لَكُمْ" (طبرسی، مکارم الأخلاق، ص ٢٢٣؛ حر عاملی، وسائل الشیعۃ، ج ٢١، ص ٤٧٦) اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ

فرماتے ہیں: "اکرمو اولادکم و احسنو آدابھم" (ابن ابی جمہور، عوالی اللئالی، ج ا، ص ۲۵۴) دونوں احادیث میں "احسنو آدابھم" کا قرینہ واضح طور پر اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ یہاں مراد تربیتی ماحول ہے اور اکرام سے مراد صرف احسان، مہربانی اور مادی ضروریات کو پورا کرنا نہیں ہے اور اس سے انسانی عزت نفس اور شخصیت کا احترام بھی مراد ہے۔ جو کہ خود ایک قسم کی نفسیاتی ضرورت بھی ہے۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ ان احادیث کی سند ضعیف ہونے سے، ان کے اندر موجود حکم کو سمجھنے یا اخذ کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ دوسروں کی عزت اور ان کا احترام کرنا اسلامی اخلاقیات کے اجزاء میں سے ایک ہے، اور یہ دونوں احادیث، بچوں کے ساتھ میل جول کرنے میں نبی کریم ﷺ کی خصوصی تاکید کو ظاہر کرتی ہیں۔ لیکن کیا یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ بچوں کا اکرام/عزت افزائی کرنا واجب ہے؟ اجواب میں یہ کہنا ضروری ہے کہ: (اکرموا) جو کہ امر کا صیغہ ہے اسے واجب حکم کا ساتھ پیش کرنا، اکرام لفظ کے اطلاق اور وسیع دائرے سے مطابقت نہیں رکھتا۔ مقول بہ تشکیک۔ اور ارتکاز شرعی اور عقلی کے ساتھ اس کا تناسب نہیں۔ یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ بچوں کے سلوک اور ہر قسم کے طرز عمل کے ساتھ بچے کی عزت افزائی اور اس کا اکرام کرنا تمام مکلفین پر واجب ہے۔ اسی لئے بچوں کے اکرام کے لئے تاکیدی مستحب کا حکم لگانا کافی ہے۔

البتہ یہ بات واضح ہے کہ یہ حکم، حکم اولی ہے اور اگر اکرام اور عزت افزائی کے فعل کو ترک کرنے سے بچوں کو نقصان پہنچتا ہے یا اس کی اہانت (جگ ہنسائی) ہوتی ہے اور اس کی اذیت کا باعث بنتا ہے تو پھر اس کا اکرام/عزت افزائی واجب اور فرض ہے۔

آٹھویں دلیل: بچوں کو بوسہ دینے کے بارے احادیث

پیار اور شفقت کرنے کا ایک مظہر بچوں کو چومنا ہے۔ بوسہ دینا، بچوں کی عاطفی تربیت اور ان کے جذبات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور بہت سی احادیث میں اس کام کے لئے تاکید کی گئی ہے۔ البتہ اس بات پر توجہ دینا ضروری ہے کہ جیسا کہ تیسری دلیل میں کہا گیا، محبت کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ اگر احادیث میں اولاد کو چومنے پر اتنا زور نہیں دیا جاتا تب بھی خود بوسہ دینا پیار اور شفقت دکھانے کی مثالوں میں سے ایک ہونے کے ناتے مستحب شمار ہوتا لیکن پھر بھی معصومینؑ کے طرز عمل اور کردار میں موجود تاکید، ایک خاص معنی رکھتی ہے۔

ذیل میں کچھ احادیث کا جائزہ لیتے ہیں:

پہلی حدیث: "عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُنْدَارَ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي‌عَبْدِالله، عَنْ عِدَّةٍ مِنْ أَصْحَابِنَا، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يُوسُفَ الْأَزْدِيِّ، عَنْ رَجُلٍ: عَنْ أَبِي‌عَبْدِالله عليه السلام قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ (صلى الله عليه و آله) فَقَالَ: مَا قَبَّلْتُ صَبِيّاً [لی] قَطُّ، فَلَمَّا وَلّى قَالَ رَسُولُ الله: هذَا رَجُلٌ عِنْدِي أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ" (**کلینی، الکافی**، ج ۶ ص ۵۰) رسول

خدا ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ابھی تک میں نے کسی بچے کو نہیں چوما۔ جب وہ شخص چلا گیا تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا: یہ شخص میری نظر میں، اہل جہنم میں سے ہے۔

دوسری حدیث: " قَالَ: وَ كَانَ رَسُولُ الله صلى الله عليه و آله يُقَبِّلُ (الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ) عليهما السلام - فَقَالَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ أَحَداً مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه و آله - مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ "(حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج۲۱، ص۴۸۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو بوسہ دیا۔ اقرع بن حابس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے کسی کو ایک بار بھی نہیں چوما۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر دوسرے بھی رحم نہیں کرتے۔

تیسری حدیث: "عِدَّةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ شَرِيفِ بْنِ سَابِقٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ أَبِي قُرَّةَ: عَنْ أَبِي عَبْدِالله عليه السلام قَالَ: «قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه و آله: مَنْ قَبَّلَ وَلَدَهُ، كَتَبَ الله - عَزَّ وَ جَلَّ - لَهُ حَسَنَةً؛ وَ مَنْ فَرَّحَهُ، فَرَّحَهُ الله يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ وَ مَنْ عَلَّمَهُ الْقُرْآنَ، دُعِيَ بِالْأَبَوَيْنِ، فَيُكْسَيَانِ حُلَّتَيْنِ يُضِيءُ مِنْ نُورِهِمَا وُجُوهُ أَهْلِ الْجَنَّةِ"(کلینی، الکافی، ج۶، ص۴۹) رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو بھی اپنے بچوں کو چومتا ہے تو خدا اس کے لئے ایک ثواب لکھ دیتا ہے اور جو اپنے بچوں کو خوش کرتا ہے، خدا اسے قیامت کے دن خوش کرے گا اور جو شخص اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم دے تو خدا قیامت کے دن اس بچے کے والدین کو دو لباس پہنائے گا کہ جن کے نور سے، اہل جنت کے چہرے نورانی ہو جائیں گے۔

چوتھی روایت: " مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَتَّالِ فِي رَوْضَةِ الْوَاعِظِينَ قَالَ: قَالَ عليه السلام أَكْثِرُوا مِنْ قُبْلَةِ أَوْلَادِكُمْ فَإِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ قُبْلَةٍ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ مَسِيرَةَ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ "(حر عاملی، وسائل الشیعۃ، ج۲۱، ص۴۸۵) امام علیؑ نے فرمایا: اپنی اولاد کو بہت زیادہ چومیں کیونکہ ہر دفعہ چومنے سے جنت میں آپ کو ایک ایسا مرتبہ عطا کیا جاتا ہے کہ جہاں تک پہنچنے کا راستہ پانچ سو سال کا ہے۔

چاروں احادیث میں سے کسی کی بھی سند معتبر نہیں ہے لیکن پہلی دو احادیث میں بوسہ نہ دینا مکروہ اور دوسری دو احادیث میں بوسہ دینا مستحب کے عنوان سے دلالت کرتا ہے۔ البتہ پہلی حدیث جس میں عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے اس میں بوسہ نہ دینے کی حرمت ظاہر ہو رہی ہے لیکن قرائن سے کراہت کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ قرائن جیسے سند کا ضعیف ہونا، ارتکاز فقہی اور حرمت کا تضاد، رسول خدا ﷺ کی عبارت جس میں ہے کہ " میرے نزدیک اہل جہنم میں سے ہے" ممکن ہے کہ اس شخص کے جہنم میں جانے کے لئے دوسرے اسباب بھی ہوں جو ہمیں معلوم نہیں۔

مجموعی طور پر ان چار احادیث اور ائمہ معصومین علیہم السلام، خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرز زندگی (سیرہ) سے یہ حکم ثابت ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کو اور پوتے اور نواسوں کا بوسہ لگانا مستحب تاکیدی ہے۔

البتہ واضح رہے کہ یہ حکم، حکم اولی ہے اور دوسرے (ثانوی) عناوین کے اطلاق ہونے کی صورت میں مستحب کا حکم واجب یا کسی اور حکم میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر بچوں کا بچپن میں بوسہ نہ لینا، ان کی تذلیل اور نفسیاتی گھٹن اور بڑے ہو کر بغاوت اور دین حق سے گمراہ ہونے کا سبب بنے تو وقایہ کے عنوان سے بوسہ لینا واجب ہو جائے گا یا پھر اگر زیادہ محبت اور پیار کرنے سے بچوں کے لئے نقصان کا باعث بنے تو مکروہ یا حرام کے زمرے میں آجائے گا۔ اس بات کی طرف توجہ ضروری ہے کہ تمام احادیث میں اپنے بچوں اور اولاد کو بوسہ لگانے کی تاکید کی گئی ہے۔

نتیجہ:

تحقیقی نتائج کو ہم فقہی تجاویز کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ بچوں کی پرورش کے دوران ان کی عاطفی تربیت اور ان سے شفقت کرنا والدین کے فرائض میں سے ایک مستحب فرض ہے۔ بچوں سے محبت اور شفقت کرنا عاطفی تربیت کے طریقوں میں سے ایک ہے۔ البتہ یہ حکم اولی ہے اور ثانوی عناوین کے اضافے سے شفقت اور عاطفی تربیت، واجب یا حرام بھی ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگر بچوں کی عاطفی تربیت کو نظر انداز کرنا، ان کے لیے کسی نقصان یا گمراہی اور فاسد ہونے کا سبب بنے تو شفقت اور عاطفی تربیت، والدین پر واجب ہو گی۔

۲۔ اولاد سے شفقت اور محبت برتنے میں عدل و انصاف کرنا، والدین پر واجب/فرض ہے۔ پھر اگر بچوں کی عاطفی ضروریات اور ذہنی صلاحیتیں آپس میں برابر ہوں تو شفقت میں مساوات اور برابری واجب ہے۔ نیز، اگر پیار اور شفقت میں امتیازی سلوک کسی مصلحت کی بنیاد پر ہو تو بچوں کے درمیان یہ فرق رکھنا جائز ہے۔

۳۔ بچوں کی اور ان کے جذبات/احساسات کی نشوونما کا عمومی رجحان اور ان کی سمت بندی خدا اور اولیاء اللہ کی محبت قائم کرنے کی طرف ہونی چاہئے۔

۴۔ بچوں پر رحم کرنا، ان کے ساتھ دلی ہمدردی رکھنا اور ان پر احسان کرنا مستحب ہے۔

۵۔ چھوٹے بچوں کے ساتھ بات چیت اور میل جول میں تصابی (بچکانہ پن کرنا) مستحب ہے۔

۶۔ بچوں کو وقار دینا اور ان کی عزت اور اکرام کرنا مستحب ہے۔

۷۔ بچوں کو پیار سے بوسہ دینا تاکید کے ساتھ مستحب ہے۔

منابع:

قرآن کریم

صحیفہ سجادیہ

۱. ابن عباد، صاحب المحیط فی اللغۃ، بیروت عالم الکتاب چاپ اول، ۱۴۱۴ق۔
۲. ابن فارس، احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، قم: مکتب الاعلام الاسلامی، چاپ اول، ۱۴۰۴ق
۳. ابن منظور، محمد بن مکرم لسان العرب، بیروت: دار صادر، چاپ سوم، ۱۴۱۴ق،
۴. اعرافی، علیرضا، فقہ تربیتی مبانی و پیش فرض ہا، تحقیق و نگارش: سید نقی موسوی، قم: مؤسسہ اشراق و عرفان، چاپ اول، ۱۳۹۱ش.
۵. اعرافی، علیرضا، فقہ تربیتی یادگیری علم و دین، تحقیق و نگارش: سید نقی موسوی، قم: مؤسسہ اشراق و عرفان، چاپ اول، ۱۳۹۱ش.
۶. انوری، حسن فرہنگ بزرگ سخن تہران سخن ۱۳۸۱ش۔
۷. بہشتی محمد تربیت عواطف از منظر امام علی (علیہ السلام) در مجموعہ مقالات ہمایش تربیت در سیرہ و کلام امام علی (علیہ السلام) تہران نشر تربیت اسلامی، ۱۳۷۹ش۔
۸. حر عاملی، محمد بن حسن تفصیل وسائل الشیعۃ إلی تحصیل مسائل الشریعۃ (وسائل الشیعہ). قم: مؤسسۃ آل البیت (علیہم السلام)، ۱۴۰۹ق۔
۹. حرانی حسن بن شعبہ تحف العقول، قم: جامعہ مدرسین قم، ۱۴۰۴ق.
۱۰. حلی، حسن بن یوسف (علامہ حلی)، الخلاصہ، قم: دار الذخائر، ۱۴۱۱ق۔
۱۱. خوبی، سید ابوالقاسم موسوی، مصباح الفقاہۃ (المکاسب)، بی جا: بی نا، بی تا، در: نرم افزار جامع فقہ اہل بیت، نسخہ ۲۔
۱۲. راغب اصفہانی، حسین بن محمد مفردات إلفاظ القرآن، بیروت، دمشق: دار القلم، الدار الشامیۃ، چاپ اول، ۱۴۱۲ق.
۱۳. راوندی، قطب الدین، فقہ القرآن فی شرح آیات الأحکام، قم: کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی، چاپ دوم، ۱۴۰۵ق۔
۱۴. ری شہری، محمد، میزان الحکمۃ، قم دار الحدیث، چاپ اول، ۱۴۱۶ق۔
۱۵. سید نقی موسوی گسترش موضوع فقہ نسبت بہ رفتارہای جوانی فصل نامہ فقہ کاوشی نو در فقہ اسلامی دفتر تبلیغات حوزہ علمیہ، قم، ش ۷۰، زمستان ۱۳۹۰ش۔
۱۶. صدوق، محمّد بن علی بن بابویہ، (شیخ صدوق)، الأمالی، تہران: کتابچی، چاپ ششم، ۱۳۷۶ش۔
۱۷. صدوق، محمّد بن علی بن بابویہ، (شیخ صدوق)، الخصال، قم، جامعہ مدرسین قم، ۱۴۰۳ق، ج ۱ و ۲.
۱۸. صدوق، محمّد بن علی بن بابویہ، (شیخ صدوق)، من لایحضرہ الفقیہ، قم: جامعہ مدرسین، ۱۴۱۳ق۔
۱۹. طبرسی، حسن بن فضل، مکارم الأخلاق، قم: شریف رضی، چاپ چہارم، ۱۴۱۲ق/ ۱۳۷۰ش۔
۲۰. طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ناصر خسروی پبلی کیشنز، تہران، ۱۳۷۶ش، جلد ۳ اور ۱۰۔
۲۱. طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، تہران: کتابفروشی مرتضوی، چاپ سوم، ۱۳۷۵ش۔
۲۲. عمید، حسن، فرہنگ عمید، تہران: امیر کبیر، چاپ سوم، ۱۳۶۹ش۔
۲۳. فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، ہجرت پبلی کیشنز، قم۔ ۱۴۱۰ھ۔

۲۴. فقہ تربیتی تحقیق و نگارش سید نقی موسوی و علی حسین پناہ، قم: پژوہشگاہ حوزہ و دانشگاہ، چاپ اول، ۱۳۸۷ش۔
۲۵. فیروزآبادی، محمد بن یعقوب القاموس المحیط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، بی تا، جلد ۱۔
۲۶. کشی، محمد بن عمر، رجال الکشی، دانشگاہ مشہد، مشہد، ۱۳۴۸ش .
۲۷. کلینی، الکافی، دار الکتب الاِسلامیۃ، تہران، ۱۳۶۵، جلد ۳، ۲، ۱، اور ۸۔
۲۸. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی بحار الانوار، الوفا فاؤنڈیشن، بیروت۔ ۱۴۰۴ھ۔
۲۹. مصطفوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، تہران: وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، چاپ اول، ۱۳۶۸ش۔
۳۰. معجم رجال الحدیث، قم: مرکز نشر آثار شیعہ، ۱۴۱۰ق،
۳۱. مفید، محمد بن محمد، الآمالی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران۔ ۱۳۸۰ش۔
۳۲. المنفی الہندی، کنز العمال، تحقیق: محمود عمر الدمیاطی، بیروت: دار الکتب العلیمۃ ۱۴۲۴ق۔